

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پروفیسر محمد اقبال جاوید

مقالات سیرت۔ ایک تعارفی جائزہ

بین الاقوامی سیرت کا نفرنس و دسویں قومی سیرت کا نفرنس

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان۔ اسلام آباد

(بین الاقوامی سیرت کا نفرنس، ۱۲، ۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۵ء)

اس کا نفرنس کا مرکزی خیال تھا

پغمبر اسلام ﷺ کے پیغام کی آفاقیت

فہرست مضمایں (جلد اول)

۱	ختی مرتب صلی اللہ علیہ وسلم عبد العزیز عربی	بیشیت تعظیم انسانیت کے نقیب
۱۵	سیرت طیبہ امکن عالم کی اساس سعید الدین شیر کوٹی	سیرت طیبہ جمیع الاداع کے عالمی آفاقت پہلو
۲۷	پروفیسر اکثر شارح احمد کراچی یونیورسٹی مولانا قاضی اطہر مبارک پوری	خاطرات جمیع اسلامی اور ہندیات
۲۹	سیرت نبوی ﷺ اور ہندیات	

CONTENTS

Universality of the Mission of the Prophet Muhammad (PBUH) 1

Prof. Dr. Mohammad Abdul Rauf Malaysia.

"The Principal Aspects of the Seerat of Muhammad (PBUH) 31

Moulavi M.H. Babu Sahib Singapore

Uswah Al-Hasanah: The Noble Paradigm of the Prophet and its Relevance in the Modern World	17
Professor A. Rahman I Doi	
International Relations and Muhammad (PBUH)	73
Dr. Yousuf Abbas Hashmi	
The Ummah Negligence of the Hajjatu-ul-Wada Prnciples Rifyal ka'bah	45
Significance of Holy Prophet's Sermon of Hajjatu-ul-Wada M.M. Abdul Cader Sri Lanka	51
The New Impulse and The Perpetual Revolution Created By the Prophet Afzalur Rahman	69
Mercifulness of the Holy Prophet Syed Sabahuddin Abdur Rahman India	81
The Mercifulness of the Holy Prophet Al-Haj Abu Bakr Siraj ad-Din	101
The Finality of Prophethood of the Holy Prophet S.A.W Brigadier Gulzar Ahmad (Retd)	105
The Prophet Muhammad (PBUH) and the Finality of Prophethood Professor Isma cil A.B.Balogun	125
The Holy Prophet (PBUH) as an Ideal Person Dr. Mustafa KILIC	141

عربی مقالات

۱۔ النقاط الرئيسية لكلمة في المؤتمر العالمي للسيرة

پروفیسر دکتور عبد القادر فرہ خان

۲۔ نظرۃ علی الہجرۃ من الناحیۃ الفقہیۃ

الدکتور یوسف قلیج

- ۳۳۔ رحمة للعلميين صلى الله عليه وسلم
یوسف السيد هاشم الرفاعي
- ۳۹۔ محمد رسول الرحمة
فضیلہ الشیخ ابراہیم شہاب، جمہوریہ مالدیف
- ۴۵۔ خاتم النبین صلى الله عليه وسلم
ناصر محمد نہدی، ممباسا
- ۴۹۔ مجتمع المدینہ، قبل ہجرۃ الرسول صلى الله عليه وسلم و بعدہ
الشیخ حسن خالد

فهرست مضمایں (جلد دوم)

- ۱۔ پیش لفظ
ایڈیشن سیکرٹری انچارج وزارت مذہبی امور
- ۲۔ خطبہ استقبالیہ
وفاقی وزیر مملکت برائے مذہبی امور
- ۳۔ خطبہ افتتاحیہ
جانب جنرل محمد ضیاء الحق صدر پاکستان
- ۴۔ خطبہ صدارت
جانب سید فخر امام اسیکرتوی اسکیلی پاکستان
- ۵۔ خطبہ صدارت
جانب غلام احراق خان چیزیز مین یونیٹ
- ۶۔ خطبہ استقبالیہ برائے اختتامی اجلاس
وفاقی وزیر مملکت برائے مذہبی امور
- ۷۔ کلیدی خطبہ
جانب جسٹس (ریٹائرڈ) سردار محمد اقبال
- ۸۔ اختتامی خطبہ
وفاقی محتسب اعلیٰ
- ۷۷۔ جانب محمد خان جو۔ خجو، وزیر اعظم پاکستان

مقالات:

- ۹۔ خطبہ جید الوداع کے عالی اور آفاقی پہلو
ڈاکٹر شاراجم، جامعہ کراچی
- ۱۰۔ سیرت نبوی کی آفاقی حیثیت
مولانا محمد سالک کاندھلوی
- ۱۱۔ سیرت مبارک کے عملی پہلو
پروفیسر عبدالجبار شیخ

- ۱۸۱۔ سرکار دو عالم ﷺ بحیثیت خاتم النبیین مولانا محمد اطہر نعیمی
- ۲۰۹۔ تبلیغ علم، سیرت طیبہ ﷺ روشنی میں سلطان داؤد، چیزیں کیشن برائے خواندگی و تعلیم عامہ

CONTENTS

Message of H.E. Mr. Rauf R. Denktas.

President of the Turkish Republic of Northern Cyprus 1

Message of H.E. Mr. S.Sharifuddin Pirzada

Secretary General of O.I.C 4

Message of Dr. Inamullah Khan

Secretary General of World Muslim Congress 6

ARTICLES

Seerat of the Holy Prophet and Service to Mankind

Dolmanach Baka (Abdul Rahman Abu Bakr) Thailand 9

Political and Diplomatic Seerah Treaties and Agreements

Imran N.Hosien Geneva 35

Holy Prophet -As a Leader of Revolution

Dr. Ahmad Syifli Maarif Indonesia 59

Seerah in American English

Dr.T.B. Irwing 65

The Universal Aspect of the Seerat of the Noble Prophet

H.E. Shaikh Abdul Wahhab Ahmad Abdul Wasie 73

Hazrat Muhammad (Peace be upon him) The Blessing for Mankind

Justice A.K.M.Nurul Isalm 77

Prophet Muhammad (Peace be upon him) An Ideal Man in History

Dr.Mian Muhammad Saeed (U.S.A) 83

حرف آغاز

نبی گریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آفاتی، ابدی اور دائمی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انہیاً آئے وہ خاص اوقات اور خاص اقوام کے لیے آئے، نتیجہ معلوم کہ ان کا پیغام بھی محدود اور ان کی تبلیغ بھی وقت جبکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا گیا، ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل فرمادیا۔ ان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آخری بہترین امت قرار دے کر نبوت کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا اور رہنمائی کے لئے قرآن کی شکل میں ایک مکمل، جامع، ہمہ گیر اور بہر نو ع محفوظ ضابطہ حیات عطا کیا گیا۔ اس کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے کر پوری کائنات کو اس پر عمل کا پابند بنا دیا یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہر دور کے ہر انسان کے لئے قابل عمل تھا اور اس پیغام کا تحفظ اور اس کی اشاعت امت مسلمہ پر فرض تھا کہ تاقیامت اسے اس فرض کی ادائیگی کے لئے اپنی جملہ صلاحیتیں صرف کرتا ہیں کہ وہ بہترین امت ہے اور دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجنی ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت اور ابدیت اس امر کی دلیل ہے کہ اب اور کسی ہدایت کی ضرورت نہیں، جملہ انہیاً کے کرام کی جملہ خصوصیات مہم سے زائد، ایک خاص توازن کے ساتھ نبی گریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات اور ان صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں جمع کردی گئیں، یہی توازن اور یہی حسن اسلام اور تغیر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیازی شان ہے، یا ایک انتہائی خوبصورت بات ہے کہ گز شدہ انہیاً کے کرام جن نعمتوں کے حصول کے لئے دست بد عار ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمتیں از خود بغیر طلب کے عطا کر دیں، وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی نوازشات کی یقین دہنیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرتا رہا۔ (سورہ لطفی، آیت ۵) پہلے رب العالمین کی گلگل لطف و کرم کے تمثیل رہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہماری آنکھوں میں لستے ہیں۔ (سورہ الطور، آیت ۲۸) موئی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے آزاد مندر ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی بارگاہ نماز میں باریابی عطا کرتا رہا (بنی اسرائیل، آیت ۱) حضرت آدم علیہ السلام سے بصول ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے پڑھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھولیں

گے۔ (سورہ الاعلیٰ، آیت ۲) حضرت موسیٰؑ نے شرح صدر اور تفہیم مطالب کے لئے دست دعا بلند کیا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خود مالک دوجہاں نے اعلان فرمایا کہ ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا۔ (الشرح، آیت ۱) اور آپ ﷺ و جوامع الکلم عطا کر کے افعح العرب بنادیا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو ہدایت فرمائی کہ اپنی نفسانی خواہش کی بیروی نہ کرو ورنہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھکار دے گی۔ (سورہ مص، آیت ۲۶) جب کہ نبی آخراً زماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خود واضح کیا کہ آپ اپنی خواہش سے تو کوئی بات کہتے ہی نہیں، گویا آپ کی ہر خواہش رضاۓ اللہ کے ساتھ میں ڈھلی ہوئی ہے۔ (سورۃ الجم، آیت ۳) یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ذکر کو خود ہی بلند فردیا اور اس قدر رفتعت عطا کر دی کہ اوقات عالم کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جو آپ ﷺ کے ذکر کو تازہ اور بلند نہیں کرتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی ہے جس کے لئے خود اللہ بھی صلاۃ وسلام میں محو ہے، فرشتے بھی اور بندے بھی، حق بھی ہے کہ

ہر لمحہ، ہر صدی کا، ازل سے، افق افق
صلی علی کا سرمدی نغمہ نائے ہے

انسانیت فکری، نظری، عقلی اور علمی اعتبار سے اپنے شباب کو چھوپکی، اسے قرآن و سنت کی شکل میں ایک مستقل نوعیت کا منشور زندگی مل چکا۔ اب اسے زمانے کی ہر لحظہ بدلتی ہوئی قدروں کے لئے اپنی راہیں خود راشناکیں اور مانگے کی ہر روشنی سے بے نیاز ہو جانا ہے کہ وہ خود ایک روشنی ہے اور اس نے ہر ظلمت کو روشنی عطا کرنی ہے:

آہ کس کی جبجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو رہو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو

آخری رج کے موقع پر دیئے گئے خطبے کے لفظ لفظ سے ابدیت کی عظمت اور آفاقیت کی رفتت نمایاں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان صدق اظہار سے ایسی صداقتوں کو ابھارا جو ہر دوسرے کے لئے بہترین رہنماء اصولوں کے طور پر جانی، پیچانی اور مانی جاتی ہیں، اس خطبے کو ایک جامع منشور زندگی کی حیثیت حاصل ہے یہی وہ موقع ہے جب اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے دین اسلام کو مکمل کر دیا، اس تمجیل نے انسانی زندگی کو فکری اور عملی وحدت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ کا ایک ہوتا، میدان حیات کی ہر دوئی کی نفی ہے اس نفی نے جسمانی صلاحیتوں اور روحانی نظافتیوں میں ایک حسین امتحان پیدا کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں یہ حسن و توازن اپنے منتها کے کمال پر پہنچ کر ہم آہنگ ہو گیا،

وہ ممکنات جلال و جمال کے پیکر

وہ اعتدال کے سامنے میں عظمت آدم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری جواب ہی کا ایک بے مثال اصول دے کر، ہر شخص کے اندر خوف خدا کا جذبہ ابھارا، تین تجھی یہ ہوا کہ ہر طرف عدل و انصاف اور ایثار و احسان کے جلوے نظر آنے لگے، قانون کی حکمرانی نے آقا غلام کی تمیز یوں منادی کہ نہ کوئی بندہ رہانے کوئی بندہ نواز، قرآن کی شکل میں ایک ضابطہ حیات اور سنت کی صورت میں ایک عملی نمونہ دے دیا گیا تاکہ فکر اور عمل کی دنیا میں کوئی دوری نہ رہے، قرآن بھی سامنے رہے اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی راہنمایا بنا رہے کیوں کہ عملی نمونے کے بغیر، ہدایت ایک لفظ ہے بے معنی اور ایک خاک ہے بے رنگ، مردہ دلوں کو بزندگی، افسردارہ جزوں کو بالیدگی اور پھر مردہ دلوں کوتا بندگی اسی بارگاہ ناز سے ملتی ہے، قریب دل میں روشنی ہے تو اسی آفتاب سے، صحرائے وجود میں بہاراں ہے تو اسی مگر شاداب سے اور دنیا کے فقر میں شان کجھ کلاہی ہے تو اسی گوہرنایاب سے

آن کے نقش یا سے کرنیں پھوٹی ہیں رات دن

رہنماء، منزل نشان وہ نقش یا ہے آج بھی (مرتب)

چند اقتباسات

انہیاے کرام علیہم السلام نور و حی لے کر آتے ہیں اُن سے حقائق روشن ہوتے ہیں، وہ اور ان کی تعلیمات ہی انسان کو حقیقی حقیقت شناسی دیتے ہیں، ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتے ہیں ورنہ انسان کا اپنا علم و عقل بھی جا ب ڈلتمت ثابت ہوتے ہیں۔

پیغمبر آخرا زماں محدث رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی سیرت مطہرہ نے امن عالم کے لئے مفروضے اور بے بنیاد ضوابط، چارڑا اور رسکی تداہیر انسانوں کو نہیں دیں بلکہ متنی برحقیقت اقدام و عمل کی راہ دکھائی، آپ ﷺ نے بنیاد دیں ہی وہ لگائیں جن سے عوامل فساد کی بجائے عوامل امن رو بکار ہوں۔ آپ ﷺ نے نہ تنمانے امن کے ساتھ حرص و ہوس کو روا رکھا۔ نہ خواہشات کو خدا بنانے کی گنجائش رکھی، نہ زعم قوت کی اجازت دی گئی نہ خلقی خدا کو نکلڑوں میں با منٹے کا کوئی جواز رکھا گیا، لینے کی بجائے دینے، مفاد پرستی کی بجائے ایثار و قربانی، طبقاتیت کی بجائے اخوت، مالکیت کی بجائے ہونے کے نظریات اور

سبق دیئے گئے اور عبدست معبودیت واحد کو فکر و کردار میں رچا بساد یا گیا، انسان امن انہی بنیادوں سے حاصل کر سکتا ہے ان کے بغیر نہیں۔

مقاصد سے تعلق رکھنے والے نہ الفاظ کے پچاک میں انہیں ہیں نہ رسیت سے مرعوب ہوتے ہیں نہ کسی بہاؤ کو نظر میں لاتے ہیں، اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی تحریکات بہاؤ کے رخ پر نہیں چلتیں، بہاؤ کا سینہ چیر کر چلتی ہیں کیونکہ دونوں کی منزلیں باہم مختلف سمتوں میں ہوتی ہیں، خواہشات ؟ نفسانی اور تعلیمات نبوی کی سنتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ ایک میں لذت کوشی ہے تو دوسرا میں ترک لذات، ایک میں کبر و تفاخر ہے تو دوسرے میں عبدیت و تواضع، ایک میں خود پرستی ہے تو دوسرے میں خدا پرستی، علی ہذا القیاس، ظاہر ہے کہ ایک میں فساد ہوگا تو دوسرے میں امن ملے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم انسانی کے لئے اپنی تعلیمات و سیرت سے جو راہ عمل دھکلائی اس میں اساساً خصوصاً دو چیزیں ہیں ایک ایمانیات و اخلاقیات، دوم قوت و شوکت، بے خدا تمدن حاضران دونوں کے باب میں عجیب سی روشن رکھتا ہے وہ اخلاقیات و ایمان کا کچھ ایسا تصور اور نقشہ ذہن نہیں کرتا ہے جیسے یہ اشخاص کے ذمی سے معاملات ہوں اور ان کا اجتماعیت و اجتماعی ترقی سے کوئی درست تعلق نہ ہو۔ جس چیز کو زاویہ خوب میں ڈالتا ہو، اس سے صرف نظر کرنا ہو اسے غیر اہم سی نوعیت دلوانی ہو، اسے مذہب و اخلاق کے خانے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ (۱)

بلاشبہ نظریات صحیح کے فروع و ارتقا کے لئے قوت کا ساتھ میں ہونا ضروری ہے، فضا کو اعمال نیک کے لئے سازگار رکھنے کو بھی قوت کار آمد ہے اور امن کے قیام و بقا کے لئے بھی قوت و طاقت کی بڑی اہمیت ہے، ضرب المثل ہے کہ غریب و کمزور ملا کی آذان بھی کوئی نہیں سنا، یقین تکبھے انسانوں کی اس دنیا میں صلح و امن کے لئے بھی وہی پیغامات مؤثر اور کامیاب ہوتے ہیں جن کے پیچھے فولادگان پنجے ہوں، اس لئے مقاصد نیک کے لئے قوت ساتھ ہونا ضروری ہے۔ البتہ اسلام کا نظریہ قوت، بے لگام استعمال قوت اور نہ قوت کی اجازت نہیں دیتا کہ

سکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سوبار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک
تاریخ ام کا یہ پیام ازملی ہے!
صاحب نظر ان نعمتِ قوت ہے خطرناک

اس میں سب سیر و زمین گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و بہر ہیں خس و خاشاک
لادیں ہو تو ہے زہر ہلامل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک (اقبال)

یوں امن و بہبود کے یہ دو اصل الاصول ہیں:

۱۔ اخلاقیات کی درستگی

۲۔ قوت و شوکت

یہ دونوں ایک دوسرے کے معاون و محافظ ہونے چاہئیں۔ ایں دو قوت حافظ یک دیگر نہ۔
اخلاق صحیح بغیر قوت کے خطرے میں ہوتے ہیں اور قوت بے اخلاق مہلک و مضر ہوتی ہے،
اسلام ان دو اساسوں پر عالم انسانی کے امن کی عمارت تعمیر کرتا ہے، اس میں حقانیت بھی ہے، حقیقت بھی،
پاکیزگی بھی وقار بھی، ان اساسوں کے بغیر امن کی جو کوشش بھی ہے یا جو دعویٰ بھی ہے فریب وہی ہے یا خود
فرستی۔ (۲)

اسلام کا سب سے نمایاں پہلو اس کا جامع ہونا ہے، اس سے پہلے جتنے دین، جتنے مذہب آئے
وہ مخصوص مقامات، مخصوص حالات اور مخصوص طبقات کے لیے تھے، انہوں نے زندگی کے چند مخصوص
پہلوؤں پر زور دیا اور ان پہلوؤں کی اصلاح اور ان کے مسائل کے حل کے ساتھ ان کی افادیت ختم ہو گئی،
نئے حالات نئے تقاضے پیدا ہوئے جن کے حل کے لیے نئے طور پر احکام الٰہی وحی ہوئے اور ان کی روشنی
میں ایک نیا نظام وضع ہوا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا،
کوئی الہام نہیں ہو گا، کوئی نیا نظام نہیں آئے گا، کوئی کتاب نہیں آئے گی، تو پھر حکمتِ الٰہی یہی تھہری کہ اس
آخری دین کو جامع بنادیا جائے، یہ سب مذاہب کا وارث ہو۔ سب پیغمبروں کا اقرار کرے، سب کتابوں
کی صداقت کا حترام کرے، کیوں کہ تمام گذشتہ ادوار کو اپنانے بغیر ابدیت کا کوئی تصور قائم نہیں ہو سکتا،
سب مدارج کو اپنانے بغیر معراجِ ارقانہیں ہو سکتا، اسلام میں آدم کی عبودیت، ابراہیم علیہ السلام کا تکفرا اور
وحدت حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی تحریر فطرت، حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت،
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قدرت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت، سب ایک متوازن آمیزے کی
صورت میں موجود ہیں، اسی لیے توازن، پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ امتیازی تھہری۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اب انسان بالغ ہو گیا، اب اسے ہر مرحلے، ہر نئے مسئلے کے حل کے لیے واضح الہامی رہنمائی کی ضرورت نہیں، بلکہ اسلام کے ابدی آفاقی اور امیں اصولوں کی روشنی میں وہ اپنے تمام مسائل کا حل خود ڈھونڈ سکتا ہے، اب اسلام کی قیاسی پر نہیں ہو گی، کیوں کہ انسانی نشوونما بولغت کو پہنچ چکی ہے، اسی لیے اسی ابدی اور آفاقی پیغام کو لانے والا ایک ایسا نبی مبعوث کیا گیا جس کی زندگی انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خداونپیغام کی انسانی تفسیر تھے، ان کا ہر لفظ، ہر عمل، ہر ارشاد تاریخ کے صفات پر ثابت ہے، ان کی نجی، انفرادی، اجتماعی زندگی کے سچے شاہد موجود ہیں، گھریلو زندگی کا الحمد للہ ازدواج مطہرہ کی زبانی محفوظ ہوا اور گھر سے باہر زندگی کا الحمد الصحابہ رسول کی روایت سے تاریخ پر نقش ہوا۔ (۳)

اسلامی نظام میں افراد قانون کے پابند ہوتے ہیں، قانون سے بالاتر نہیں، کیوں کہ اسلامی قانون احکام الٰہی اور سنت پیغمبر ﷺ پر مبنی ہوتا ہے، اسلامی قانون اور دوسرا نے تمام قوانین میں فرق یہی ہوتا ہے کہ انسان کے بناے ہوئے قوانین میں شریعت کے تقاضے سے خامیاں ہوتی ہیں، کمزوریاں ہوتی ہیں، کیوں کہ انسان کی نظر اور عقل محدود ہے، اس کے بر عکس خدائی احکام بشری کمزوریوں سے مبرأ ہوتے ہیں، انسانوں کا خالق انسانوں کی نظرت کو غوب جانتا ہے اور اس لئے یہ احکام فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔

نظامِ اسلام کی بنیاد عدل و انصاف ہے، انسانوں میں آپس میں عدل، انسانوں اور دوسرا مخلوقات میں عدل، انسان اور فطرت میں توازن اور انسان اور اس کے خالق کے ماہین ربط و توازن آنحضرت ﷺ نے عدل بالاحسان کی تعلیم دی، عدل بالاحسان انصاف سے بلند تر مقام ہے، اس کا مقصد یہ ہے پہلے انصاف کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں اور پھر اس میں رحم، کرم اور شفقت کے عناء صر查ں کیے جاویں جو خدائی صفات ہیں، انصاف کی عملداری کا مقصد یہ ہے کہ کسی صورت میں بھی بے انسانی نہ ہونے پائے، یہاں تک کہ جائز قوانین کے نفاذ میں بھی بے انسانی نہ ہو، یہ ایک آئینہ میں ہے، ایک تصور ہے، ایک خواب ہے جس کی جھلک انسانوں نے چودھ سو سال پہلے دیکھی اور جواب تک شرمندہ تغیر ہے، لیکن ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس آئینے میں، اس خواب کوچاکرنے کے لیے تگ دوکرتار ہے۔ (۲)

سیرت مبارکہ کے ابدی پیغام کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ آپ کی سیرت پوری جامعیت اور کاملیت کے ساتھ آغاز سے لے کر آج تک موجود اور محفوظ ہے کہ ہر کوئی انسانی کے ساتھ اصلی صورت

میں اس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے، اور پھر ایسے مستقل عوامل بروئے کار ہیں کہ جن کی بنا پر، اب تک آپ ﷺ کے زندگی کا ایک ایک گوشہ موجود اور محفوظ رہے گا، مگر میں کسی قسم کا فرق آیا ہے اور نہ ہی قیامت تک ان کے صرف نظر ہونے کا کوئی بھی اندیشہ ہو سکتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ سے قبل انبیا کے جس قدر نفسوں قدیمہ اس دنیا میں تشریف لائے ہیں، آپ ﷺ کے علاوہ کسی کی سیرت آج محفوظ نہیں کہ اس کا کوئی عملی پہلو آج اگر ہو سکے بلکہ کئی ایک انبیا کے حالات زندگی تو سرے سے موجود ہی نہیں اگر کچھ چیزیں ہیں بھی تو وہ صرف چند اشارے ہیں کچھ ہدایات ہیں یا کچھ احکام جو آسمانی کتابوں میں تدریے موجود ہیں ورنہ مفصل حالات نظروں سے بالکل اوجھل اور مخفی ہیں۔

آج اگر ہم یہ چاہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ساری زندگی ہمارے سامنے ہو یا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات از آغاز تا انجام نہیں پوری طرح معلوم ہو جائیں تو یہ بالکل ناممکن ہے حالانکہ ان انبیا کے نام نامی بہت مشہور ہیں، یہاں تک کہ قرآن میں بھی ان کا ذکر آتا ہے، اس کے باوجود ہزاروں ایسے ہیں کہ تاریخ میں جن کا نام تک موجود نہیں برخلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی پاکیزہ عملی زندگی کی ایک ایک ادا بدنک کے لئے محفوظ اور موجود ہے۔ (۵)

جہاں تک سیرت پاک کی حسین اداؤں کا تعلق ہے، صحابہ نے وہ ادا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں، تابعین نے صحابہ سے سیکھیں، تبع تابعین نے تابعین سے سیکھیں، یہاں تک کہ تعلیم کا یہ سلسلہ ہمارے آج کے دور تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، اس واسطے آج ہم وہ ادا میں اہل اللہ کے عمل کو دیکھ کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیں تلاوت کر کے آیات بھی سناتے ہیں تعلیم دے کر معانی بھی سمجھاتے ہیں اور نمونے کے طور پر عمل کر کے بھی دکھاتے ہیں۔

پھر ساتھ ساتھ ذہن سازی کرتے ہوئے ہمارے ذہن کو ریاضت اور مجاہدے سے مانجھتے بھی ہیں، اور ذکر و فکر سے چکاتے اور صیقل بھی کرتے چلتے ہیں۔

اس بنا پر اب ضروری ہے کہ وحی کے قرآنی الفاظ اور وحی کے معانی و مرادات کے ساتھ ساتھ سامنے ایسی شخصیات بھی موجود ہوں جو قرآن کا حقیقی منشاء و مطلوب ہیں کہ جن کے عملی مظاہرہ سے ایک طرف وحی کے معانی کا تشخص اور تعيین ہو جائے اور دوسری طرف ہر شعبہ زندگی میں سیرت مبارکہ کا نفاذ عمل میں آسکے۔ (۶)

حرف اختتام

قرآن پاک اپنی جگہ ایک نور ہے جب کہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اپنے مقام پر منارہ نور اور دونوں ایک دوسرے کا عکس بھیں، وہ لوح بھی ہیں اور قلم بھی اور آن کا وجود اکتاب پر اور نگاہِ عشق و مسی میں ہی اول، وہی آخر، وہی سلیمان وہی طہ، وہ جسم قرآن ہیں، اور گندم آگینہ رنگ، بقول اقبال، اسی محیط میں حباب کے مانند ہے انہی ﷺ کی ذات اقدس تکوین روزگار کا بھی سبب ہے اور تہذیب روزگار کا بھی، انہی ﷺ کی ذات بہراعتبار اجمل و احسن اور انہی ﷺ کا پیغام بہر نوع کامل و اکمل ہے، حق یہ ہے کہ راہ حیات میں جہاں رعنائی ہے وہ اسی حسن سے مستعار ہے اور جہاں جہاں تاریکی ہے وہ اسی مرکز انوار سے الکتاب نور کرنے کے لیے لپک رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراجِ میر ہیں، آفتابِ عالم افروز ہیں، ظاہر ہے کہ آفتاب درخشاں کے ہوتے ہوئے، ٹھیٹے ہوئے، ستاروں اور جھلکلاتے ہوئے چاند کی طرف دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہا کرتی کہ وہ خود روشنی کے لئے آفتاب ہی کہتاج میں، احسان دلش کہتے ہیں:

بندہ ہے تو وہ جس سے مخاطب خدا ہوا
چلتی ہے الگیوں پر تری نیضِ ارتقا
بزداں وقار، قبلہ کوئین، حق نما!
نوع بشر کو تجھ سے ملا ہے وہ راستا
جس میں نہ پیچ و خم ہے نہ گرد و غبار ہے
سر پر شفقت ہے زیر قدم اللہ زار ہے
(مرتب)

دسوین قومی سیرت کانفرنس ۲۱، ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ / ۲۵، ۲۴ نومبر ۱۹۸۶ء

اس کانفرنس کا مرکزی خیال تھا

دعائے ابراہیم کی روشنی میں سیرت نبوی ﷺ کا تجزیہ

فهرست مضمایں (جلد اول)

۷	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ	سیرت طیبہ کرشمہ علم و حکمت
۲۷	پروفیسر ڈاکٹر مجتبی رضوی	دعائے خلیل
۳۲	قاضی جن پیر الہاشی	ترکیہ نفس
۳۹	مولانا محمد اطہر نعیمی	دعائے خلیل
۵۱	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	دعائے خلیل
۷۵	مولانا محمد مالک کاندھلوی	دعائے خلیل
۹۳	پروفیسر غازی احمد	حضرت ابراہیمؑ کی دعا
۱۰۵	ڈاکٹر حافظ عبد الغفور	حضور ﷺ حیثیت سیرت ساز
۱۱۳	مولانا سعید الدین شیرکوٹی	ویجز جہنم من الظلمت الی النور
۱۱۹	جشن پیر محمد کرم شاہ	دعائے ابراہیمؑ
۱۲۹	سید محمود احمد رضوی	قرآن مجید منشور ہدایت و رحمت ہے
۱۳۵	حکیم محمد سعید	بغثت نبوی کے مقاصد
		دعائے ابراہیمؑ کی روشنی میں
۱۴۹	ڈاکٹر محمد یوسف گورا یہ	حضرت ابراہیمؑ کا بھوزہ نصاب تعلیم
۱۶۱	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	پغیر حکمت و داش
۱۸۳	جشن (مفتی) سید شجاعت علی قادری	دعائے خلیل
۱۸۹	ابوالفضل محمد فضل سبحان	ربنا وابعث فیکم رسول نہیم
۱۹۵	مولانا محمد طاسین	تعلیم حکمت سیرت طیبہ کی روشنی میں
۲۱۷	مولوی فتح محمد باروزی	دعائے خلیل
۲۱۹	پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ	دعائے ابراہیمؑ کی روشنی میں
		تجزیہ سیرت نبوی ﷺ
۲۲۷	مولانا سید سعادت علی القادری	دعائے خلیل

فہرست مضمایں (جلد دوم)

صفہ نمبر	مقرر / مقالہ نگار	خطبہ	نمبر شمار
۱	وفاقی وزیر مذہبی امور	خطبہ استقبالیہ	۱
۷	بزرگ محمد ضیاء الحق صاحب	خطبہ افتتاحیہ	۲
۲۱	صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان رہبہ محمد ظفر الحق صاحب	صدر ائمۃ خطبہ	۳
۲۹	سیاسی مشیر برائے وزیر اعظم پاکستان وفاقی وزیر مذہبی امور	تقریر اجلاس اختتامی	۴
	جناب محمد خان جو نجیب صاحب	خطبہ اختتامیہ	۵
	وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان		

مقالات:

۱	ڈاکٹر ڈاؤن کا نبوی مہماج	ڈاکٹر ڈاؤن افقار علی مک	۱
۵	حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پروفیسر ایمن سعید	حضرت معلم	۲
۵	دعائے ابراہیم علیہ السلام کی روشنی ڈاکٹر احمد جامد کراچی	میں یہ سنت نبوی کا تحریز یہ	۳
۳	حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تدہیہ	کاظمی کروہ، پراتر	۴
۷	مولانا سید محمد عین القادر آزاد	فہرست علمی کتابی تحریک کمسنٹ	۵
	شیخ الحنفیہ	شیخ الحنفیہ	

السیرۃ ﴿۱﴾ نیع اؤلن ۱۳۲۵ھ مقالات سیرت۔ ایک تعارفی جائزہ

- | | | | |
|-----|--|----------------------------------|------|
| ۸۷ | حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی ڈاکٹر میمبر (ریٹائرڈ) محمد عبداللہ روشنی میں سیرت طیبہ کا جائزہ | میڈیکل اسپیشلٹ | - ۶ |
| ۹۳ | دعاے خلیل کی روشنی میں مولانا عبد الرحمن جامعاشر فیہ لا ہور | سیرت رسول ﷺ | - ۷ |
| ۹۹ | سید وصی مظہرندوی | سیرت طیبہ تزکیہ اہل بیت | - ۸ |
| ۱۰۹ | دعاے ابراہیم علیہ السلام مولانا ارشاد الحق تھانوی | دعاے ابراہیم علیہ السلام | - ۹ |
| ۱۱۷ | دعاے ابراہیم علیہ السلام پروفیسر فضل حق میر | دعاے ابراہیم علیہ السلام | - ۱۰ |
| ۱۲۹ | حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پروفیسر غازی احمد (سابق کرشن لعل) | پروفیسر غازی احمد | - ۱۱ |
| ۱۳۹ | دعاے ابراہیمی کے تباخ و ثمرات مندوم زادہ قاضی محمد اسرار الحق تھانی | دعاے ابراہیمی | - ۱۲ |
| ۱۴۵ | دعاے خلیل علیہ السلام صاحب زادہ پیر محمد فیض علی فیضی | دعاے خلیل علیہ السلام | - ۱۳ |
| ۱۴۹ | خطیب، مرکزی جامع مسجد، راولپنڈی | خطیب، مرکزی جامع مسجد، راولپنڈی | - |
| ۱۵۹ | پروفیسر نیب الرحمن | حکمت نبوت | - ۱۴ |
| ۱۶۱ | مولانا محمدوسایا | دعاے خلیل علیہ السلام کی روشنی | - ۱۵ |
| ۱۷۳ | الخطیب دارالعلوم فیض بیوی کراچی | میں سیرت طیبہ کا تجزیہ | - |
| ۱۷۴ | پروفیسر صلاح الدین کاشم | دعاے خلیل علیہ السلام کا شمر | - ۱۶ |
| ۱۸۵ | حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا شر حسن زیدی خطیب مسجد ابو الفضل | حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا | - |
| ۱۸۹ | رینا والبعث فہیم رسول مہم کی روشنی | قدم گاہ حیدر آباد | - |
| ۱۹۹ | میں آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ | دعاے خلیل علیہ السلام | - |
| ۲۱۵ | محمد اعزاز الحسن شاہ | تعلیم الاسلام کا ٹج، ربوبہ | - |
| | احمد بن محمد زبارہ | کلمہ ساختہ المفتی العام الجہوریہ | - |
| | العربیۃ الیمنیۃ فی موتمر السیرۃ | - | - |

الدینیہ براکستان

۲۰۔ دعاۓ خلیل علیہ السلام

۲۲۱

جئش مفتی سید شجاعت علی قادری

حروف آغاز

مقصد جس قدر دل نواز، محبوب جس قدر دل آر اور منزل جس قدر دل افروز ہوگی، اسکے حصول کے لئے سعی و عمل کا انداز بھی اسی قدر فرع و قیع ہوگا، اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و برتر اپنے کمال و جمال کے اعتبار سے ہبہ نوع یکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی رضا جوئی کے لئے اہل حق ہنستے کھیلتے موجود ہوادث سے گزرتے، خارز اروں کو پاؤں کے آباؤں کا پانی پلاتے، محروم اوس میں باغبانی کی بنیاد رکھتے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مکراتے اور دار و سر کی جانب شاداں و فرحاں، روائیں دوائیں رہتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ

سر تھج کر متاع دل و جان خریدنا

سودا ہے وہ کہ جس میں خسارہ کوئی نہیں

حضرت ابراہیمؐ کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے بہت سی روح فرسا اور جان گذار آزمائشوں سے گزرنا پڑا اور وہ بے توفیق الہی ہر مقام پر سرخور ہے، آگ کے الاو میں ڈال جانا تصویری نہیں ایک حقیقی واقعہ ہے، پھر جرائیں کا از خود مدد کی درخواست کرنا اور ان کا ثال جانا کہ

آنے دو اسے جس کے لیے چاک کیا ہے

ناصح سے گریباں تو سلانے کے نہیں ہم

وطن سے بے وطن ہونا، اہلیہ اور نفعہ فرزند کو پتے ہوئے صحرائیں تھا چھوڑ جانا اور پھر محبوب فرزند کے گلے پر چھری رکھنا دینا، غرض آزمائشوں کا ایک پیغم سلسلہ ہے، وہ ثابت قدم رہے، اس بے مثال اطاعت اور نظریہ استقلال کے جواب میں محبوب حقیقی کی نواز شافت بھی قابل قدر اور قابل تحسین پھریں گے آگ طرح گلستان بن گئی اور

طغیان ناز ہیں کہ جگر گوشہ خلین

آمد بزیر تھج و شہیدش نمی کنند

انہی نواز شافت خاص کی بنا پر حضرت ابراہیمؐ کو امام الناس بنادیا گیا، نتیجہ معلوم کہ ان کی

شخصیت بہر دور اور بہر نو عکرم و معزز رہی، مشرکین عرب سے لے کر یہود و نصاریٰ تک بھی کے لیے وہ ایک قابل احترام پیشوائ تھے اور ہیں، جہاں تک ہم مسلمانوں کا تعلق سے ہم تو ملت ابراہیم ہیں، ہم اسلامی، جسمانی اور روحانی اعتبار سے حضرت ابراہیم کی اطاعت و ارادت کے ساتھ میں ڈھلنے ہوئے ہیں، انہی کے تعمیر کردہ بیت اللہ کا طواف ہماری عبادت کا حسن ٹھہرتا ہے اور جملہ مناسک حج انہی کی مخلصانہ یادوں کو تازہ تر کرتے ہیں انہی کے نقوش پا ہماری جیسوں کے لیے مقام تجدید بن گئے ہیں اور ہماری روزمرہ عبادتیں انہی کے ذکر سے محمود اور انہی کے انوار سے مستغیر ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ اسیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسیم ابراہیم مع متعلقین لازم و ملزم ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی آرزوں کو شرف قبول بخشنا، چنانچہ کتاب و نبوت کا سلسلہ اولاد ابراہیم سے مخصوص رہا بیت اللہ کو ثواب اور چاہت کا مرکز بنایا گیا کہ ایک دنیا و ہیں لوٹ اور پلٹ پلٹ کر آتی ہے، نہ لگا ہیں سیر ہوتی ہیں نہ دل، ہر دیدے شوق دیدے بڑھتا ہے، حدود حرم کا ضامن امن و سکون ہوتا بھی، انہی کی دعاؤں کا حاصل ہے، اور اس وادیٰ غیر ذی زرع میں ہر نوع کے بچلوں اور اشیائے خود و نوش کی فروانی بھی جد انبیاء کی تمناؤں کا ایک حسین شمرہ ہے، قرآن مجید کے مطابق حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل جب اللہ تعالیٰ کی حمد و شنا کے ترانے الاتپت ہوئے، کعبے کی دیواروں کو اٹھا رہے تھے تب ان کی پیغمبرانہ زبان سے ایک ایسی آرزو کا ظہرا بھی ہوا، جس کے لیے پوری کائنات اس وقت تک ان کی ممونیں احسان رہے گی جب تک خیمه افلاک ایستادہ ہے، جب تک سورج چمکتا اور چاند مکتا ہے، غنچے چنکتے اور بلبل چہلتا ہے، ہوا چلتی اور بارش برستی ہے، نور پھیلتا اور ظلمت سکرتی ہے، بلکہ جب اس کائنات ارضی کی بساط پلٹ جائے گی اس کے بعد بھی اس دعا خلیل کے طفیل گنہگاروں کے لیے شفاعت و رحمت کے سلسلے بیکار رہیں گے یوں ذرہ ذرہ تا ابد دعاۓ ابراہیم کا سر اپا سپاس ہے تمام دعاؤں کے مقابلے میں، یہ ایک دعا، اپنے نتائج کے اعتبار سے وقیع ترین فضائل کے لحاظ سے جیل ترین ثابت ہوئی، اس دعا کا ترجیح یوں ہے۔

اے ہمارے رب! ان (اولاد ابراہیم و اسماعیل) کی اطاعت گزار جماعت، میں

انہی میں سے رسول بھیج، جوان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے، انہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبے والا اور حکمت والا ہے۔

(سورہ بقرہ، آیت ۱۲۹)

اسی لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا

حضرت عیسیٰ کی بشارت، اپنی والدہ کا خواب ہوں۔ (الفتح الربانی / ج ۲۰، ص ۱۸۱، ۱۸۹)

حضرت ابراہیم کی دعائیں، کتاب سے مراد قرآن پاک ہے، حکمت سے مراد فرائم رسالت نامہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی تلاوت و تعلیم و جریدہ وہدایت قرار پائی اور مقصود تعلیم و ترتیب، ترتیب کیہ ٹھہرا، تاکہ دنیا کفر و شرک کی آلات کشوں سے پاک اور اخلاق و کردار کی عظمتوں سے بہرہ ور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تین اور مقامات پر اس دعا کی قبولیت کو یوں بیان فرمایا:

جس طرح ہم نے تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آئیں تمہارے سامنے
تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت اور وہ چیزیں
سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے۔ (البقرہ، آیت ۱۵)

بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جوانہیں اس کی آئیں پڑھ کر سنتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گراہی میں تھے۔ (آل عمران، آیت ۱۶۳)

وہی ہے جس نے ناخاندہ لوگوں میں ان ہی میں سے، ایک رسول بھیجا جوانہیں اس کی آئیں پڑھ کر سنتا اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گراہی میں تھے۔ (سورۃ الجمعہ، آیت ۲)

درج بالا تینوں مقامات پر دعاء ابراہیم ہی کو، قبولیت کے انداز میں دہرا�ا گیا ہے، مگر قدرے تبدیلی کے ساتھ حضرت ابراہیم نے جس رسول کی بعثت کی تمنا فرمائی تھی، اس کی نبوت کے مناصب کی ترتیب یوں رکھی تھی کہ وہ لوگوں کو

۱۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سنائے

۲۔ کتاب کی تعلیم دے

۳۔ اسرار کتاب سمجھائے

۴۔ انسانی نفشوں کو پاک کرے۔

اللہ تعالیٰ نے درج بالا تین مقامات پر، جب اس دعا اور اس دعا کے اجزا کا ذکر فرمایا تو مناصب رسالت کی ترتیب یوں بیان فرمائی کہ ابراہیم دعا قبول ہوئی اور وہ نبی مبعوث کیا گیا جو لوگوں کو

- ۱۔ آیات الٰہی سناتا ہے۔
- ۲۔ انہیں پاک و صاف کرتا ہے۔
- ۳۔ کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔
- ۴۔ کتاب کی حکموں کو واضح کرتا ہے۔

گویا قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا انہی کے الفاظ میں ایک مرتبہ جبکہ اس کی تکرار رب العالمین کے الفاظ میں تین مرتبہ ہے، اور تینوں مقامات پر آیات الٰہی سنانے کے فوراً بعد قلب و نظر کے ترکیے کا حکم ہے، اس ترکیے کے بعد، کتاب و حکمت کی تعلیم ہے، جب کہ دعائے ابراہیمؑ میں، دعوت کے بعد تعلیم و حکمت اور پھر ترکیے کا ذکر ہے، خداۓ علیم و حکیم کی جانب سے کی گئی تبدیلی اپنے اندر ایک بلیغ معنویت اور کمال حکمت لیے ہوئے ہے کیوں کہ بہترین بیدار اوار کے لئے ضروری ہے کہ پہلے زمین کو جهاز جہنمکار سے اچھی طرح صاف کیا جائے، مٹی کوہل چلا کر زرم کیا جائے مضر جڑی بوئیں اور خاردار جھاڑیوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے، پھر تم ریزی کی جائے، پھولوں کی پنیری لگائی جائے، پھراں کی مسلسل حفاظت کی جائے، مناسب آبیاری کا سلسہ بھی جاری رہے، تب اس مٹی سے گل و گلزار ابھریں گے اور گرد و پیش کو مہکائیں گے، شور اور خارز ارز میں کوشش کے باوجود اللہ و گل اپنی بہار نہیں دکھا سکتے، بعدہ جس علم کی خبر اور جس عمل کی دعوت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے دینا ہے وہ خبر انہی دلوں میں بہار بن کر اترے گی جو اسے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، عام دنیاوی علوم کی بدفطرت اور کچھ رسالت کو بھی مل سکتے ہیں مگر اس سماوی علم کے لئے طبع سلامتی مطلوب ہے، کہ ہدایت مقین ہی کے لئے ہے ان دلوں کے لئے نہیں جو شفاقت میں پھر دوں سے بھی سخت ہوں، رشد و بہادیت کے بادل برستے ہیں مگر پھر دلوں میں کفر و عناد کا زوم تو اگتا اور پھیلتا رہتا ہے مگر ایمان و لیقین کے گلزار نہیں مہکتے، بارش تو شور اور زرخیز دونوں زمینوں پر کیساں برستی ہے، مگر کہیں کا نئے اگتے ہیں کہیں پھول، آواز بھی ایک ہے، دعوت بھی ایک، مگر قبول حق کی استعداد مختلف ہے، کوئی ایو جہل ہے کوئی صدیق جن کے دلوں پر مہرگی ہوئی ہے اور وہ خود قلوبنا غلف کہ کر اعتراف کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں حق نہیں اتر سکتا، مہر کا لفظ ان کی قلبی بے حسی سمجھی خامی اور بصری محرومی کی کیفیت واضح کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے ما یوس ہوتے تو انہیں دل عطا نہ کرتے کہ وہ ہوتا ہی حساس ہے، ان کی آنکھوں کو بصارت عطا نہ کرتے اور ان کے کاؤں کو سماعت کی صلاحیت نہ دیتے، اللہ تعالیٰ نے تو انہیں حق پذیری کی استعداد فطرت اعلاء کی تھی مگر خود انہوں نے

اپنے آپ کو محروم کر رکھا ہے۔

اک سنگ ہے یہ دل ترے پہلو میں ہم نفس

اک سنگ ہے کہ جس میں شرارہ کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ نے تو ہر کتاب ہوادل میں رکھا تھا اسے پھر کافروں نے خود بنایا ہے، اللہ تعالیٰ

نے تو کانوں کو ساعت کی صلاحیت بخشی تھی۔ انگلیاں کانوں میں انہوں نے خود ٹھونس رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو آنکھیں عطا کی تھیں، انہیں بصارت سے محروم انہوں نے خود کیا ہے۔ کوہ ندی کھجھتے ہیں نہ سنتے ہیں، اور نہ دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پھر بھی ما یوی نہیں ہیں کہ ایک حکیم صادق، مریض کو مرتبے ہوئے دیکھتا بھی ہے مگر کوشش جاری رکھتا ہے، الغرض اللہ تعالیٰ نے مناصب رسالت میں دعوت حق کے فوراً بعد ترتیب کیے کا ذکر اسی لئے رکھا ہے کہ یہ علم و خبر ایک نور ہے، اور نور کسی عصیاں شعار کو نصیب نہیں ہوا کرتا، یہ پاکیزہ علم، اللہ پاک کی عطا ہے اور نبی پاک ﷺ کے قاب اطہر پر نازل کیا گیا ہے، بنا بریں کوئی ناپاک دل، اس پاک علم کی پاکیزگیوں سے بہرہ ورنہیں ہو سکتا۔ ہدایت آرزو مندوں ہی کو ملا کرتی ہے، ٹیڑے ہے چلنے والوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ ٹیڑے ہا کر دیا کرتے ہیں (الصف، آیت ۵) گویا لوگ بکری و پہلی اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دلوں کو بعد میں کچھ فہم کرتے ہیں۔ مومنانہ تعلیم کا مقصد سیرت و کردار کی تطہیر و تہذیب ہے جب کافر از تعلیم میں کردار سازی کو کسی نوع کی کوئی حیثیت حاصل نہیں ہوتی اور یہ ایک بے غبار صداقت ہے کہ جب تک دل کو طہارت اور نظر کو عفت نصیب نہیں ہوگی، دعوت اسلامی کماحتہ بارور نہ ہو سکے گی، دل کا آئینہ جتنا شفاف ہو گا، عکس اور پرتو اتنا ہی واضح اور صاف ہو گا۔

چاروں طرف سے صورت جاناں ہو جلوہ گر

دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

اسی شقاوت قلبی کا نتیجہ ہے کہ مستشرقین، اسلامی علوم سے بہرہ ورنے کے باوجود کردار عمل

کے اعتبار سے غیر معتمد اور ناشائستہ ہیں اور اخروی سرخوبی کے لحاظ سے بے نصیب دوسرا طرف وہ لوگ جو مسلمان ہیں مگر جن کا علم، عمل کو آوازنہیں دیتا، جن کی زبانیں، اُن کے دلوں کی رفیق نہیں، جن کے لیوں پر تکمیریں اور سینوں میں تشقیک و تکفیر کی دھنہ ہے اور جو بظاہر دعوت اسلامی کے دعویدار ہیں، مگر ان کی دعوت صرف اس لئے بے اثر اور ان کی تبلیغ محض اسی لئے بے شمر ہوتی ہے کہ ”ان کے پاس صرف اقوال کی خوشنامی ہے، جبکہ اعمال کی سیدی لفظ لفظ ان کا ماتم کرتی رہتی ہے، تیسری طرف وہ مسلمان علماء و مفسرین،

نفہا و محدثین اور اعظمین و مبلغین ہیں جو قلمی اور علمی انوار سے ثروت مند تھے، وہ زندگی میں بھی تابعندہ اور مرنے کے بعد بھی ان کے نقوش پا، بھکتی ہوئی انسانیت کے لئے نشانِ منزل بنے رہے، ان کے علمی آثار فکر و نظر کے لیے سرمایہ اعتبار بنے ہوئے ہیں، رنگ و نور کی یہ کہکشاں نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اس عطا کردہ علم کا جدول کی پا کیزہ دھرنے کنوں سے ہم آہنگ ہوتا ہے، ورنہ لکھتے ہی زبانیں ہیں کہ کترنی کی طرح چلتی ہیں اور کتنے ہی قلم ہیں کہ ”لغت ہائے حجازی“ کے ذہیر لگاتے جا رہے ہیں مگر نفوذ و ناثراً شیر کا دور دورستک پتا نہیں ملتا۔

معنی ہیں معدوم، تحریریں بہت	ہے عمل مفہود، تقریریں بہت
کفر دل میں، لب پہ بکیریں بہت	بغض دل میں، منه پہ تعریفیں بہت
ایک اہل درد ہی ملتا نہیں	ورنه درد دل کی تدبیریں بہت

چونکہ دعوتِ اسلامی کا مقصد ”اہل درد“ پیدا کرنا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ضروری سمجھا کہ نبی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ ایمانی کے ساتھ ہی انہی پیغمبرانہ نگاہوں سے دلوں کی بھی تطہیر کریں تاکہ ان میں لطافت و نظافت کا آہنگ پیدا ہو، تب جذبہ و خیالِ کونور سرور حضور ملے گا، اور اسوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم راستوں کی چاندنی بن کر منزلوں کا پتاوے گا۔

وہ کیسے لوگ تھے جو روحِ عصر بن کے رہے

تری نگاہ نے کس کس کو چن لیا ہوگا

الغرض خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران میں اور اس مقدس گھر کی مقدس فضاوں میں حضرت ابراہیمؑ کی جملہ دعا میں دنیاوی اور ہنفی دنوں امور کو محیط ہیں، اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لئے اطاعتِ حق کی توفیق طلب کرنا، عبادات کے سلیقے اور قرینے سیکھنے کی آرزو کرنا، توبہ اور ارجابت توبہ کی التجا کرنا، خانہ خدا کو مرکز عبادت اور مجوہِ ارادت دیکھنا، جوار بیت اللہ کو امن و سکون کا گھوارہ بنانے کی دعا کرنا، وادیٰ غیر ذی زرع کے لئے بہترین فواکہات و ماکولات کا آرزو و مند ہونا، اور سب سے بڑھ کر اپنی ہی اولاد میں ایک ایسے عظیم ترین نبی کی بعثت چاہنا، جو تعلیم و تعلم، حکمت و دانش تزکیہ و تصفیہ اور رشد و ہدایت کی عظمتوں سے متصف ہو کر، قلب و نظر اور نہار و باطن کی ظلمتوں کو یوں نور کا پیر ہن عطا کر دے کہ مادی اور روحانی زندگی کا ہر جالا، اسی کا حوالہ بن جائے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعاوں نے ہم مانگنے والوں کو یہ سلیقہ بھی سکھا دیا کہ عطا کرنے والے سے دنیا کی روشنی بھی مانگو اور آخرت کی خیریت بھی چاہو کہ دنیاوی روز و شب کا آبر و مندانہ اور مومنانہ شعار ہی اخروی کامرانی کی واحد دلیل ہے۔ حق یہ ہے کہ نبی گریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے درج بالا تمام پیغمبرانہ فرائض احسن انداز سے ادا فرمائے نتیجہ معلوم کہ دین کا ہر رخ اختیاری حسن و خوبی کے ساتھ تکمیل کو پہنچا، نہ تمیم کی ضرورت رہی نہ اضافے کی کوئی حاجت، اب یہ امت مسلمہ کا فرض منفعتی تکمیل کروہ اسوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں، قرآنی ہدایت کو وہاں وہاں تک پہنچائے جہاں جہاں اس کی ضرورت ہے، اولین ضرورت دعائے ابراہیم کے نتیجے میں مبouth ہونے والی عظیم و جلیل شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنے سے روشنی اور ہبہری لینے کی ہے، یہ روشنی نصیب ہو جائے تو مزدیں، خود قدم لینے کے لئے بے میم و دکھائی دیں گی۔

کس کے نقش قدم کا احساں ہے

منزلوں منزلوں چراغاں ہے

کس کی اک مہرباں جمل سے

آئینہ آئینہ فروزان ہے

کس کے ایک دلکشا تبم سے

کلی مطلع بہاراں ہے

آنکھ ہے کس کی نظم عالم پر

ہاتھ میں کس کے نبض دوراں ہے

دونوں ہاتھوں میں رکھ دیئے ہیں چراغ

ایک سنت ہے، ایک قرآن ہے

اس معلم سے، جب سے ربط ہوا

آنکھ مجہ ہے، دل دبتاں ہے (مرتب)

چند اقتباسات

لسان العرب میں ہے الحکمة عبارۃ عن معرفة افضل الاشياء بافضل العلوم یعنی

حکمت بہترین چیزوں کو بہترین علوم کے ذریعے جانے اور پہنچانے کا نام ہے۔

اسی بنا پر علم و حکمت انسان کے لئے ایک بہت بڑی دولت ہے، جس سے وہ مثلاً حیات کو

حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو اس سے محروم رہا گویا کہ وہ حقیقی زندگی سے ہی محروم ہو گیا،

السیارة ﴿۱﴾ نیجع اولن ۱۴۲۵ھ ۳۸۱

کیوں کہ حکمت کے بغیر انسان کو اپنی ذات سے حقیقی واقفیت نہیں ہوتی اس کے بغیر نہ تو شعور کو حقیقت تک رسائی حاصل ہوتی ہے اور نہ زندگی کے امکانات اور اس کی گہرائیوں کا پتہ چلتا ہے، حکمت انسان کو نہ صرف زندگی کی حقیقی قدر و عالم بخشت ہے، بلکہ وہ صحیح معنوں میں تہذیب یافتہ بھی ہوتی ہے، اور اخلاق کے بلند مقام پر بھی فائز کرتی ہے، جہاں پہنچ کر انسان مکمل آسودگی اور حقیقیطمینان حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنائی اور عقلمندی کے علاوہ اخلاق کی پاکیزگی اور صحن عمل کا شمار بھی علم و حکمت کی علامات اور آثار میں ہی ہوتا ہے اور اہل عرب بھی عقل و رائے کی پختگی کے ساتھ ساتھ یہیک اعمال اور شرافت اخلاق کو اطوار حکیمانہ کی دلیل قرار دیتے رہے، ایسا شخص ان کے ہاں حکیم کہلاتا تھا، جو عاقل ہی نہیں بلکہ مہذب بھی ہوا۔ (۱)

سورہ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعائیے کلمات کا مضمون سورہ آل عمران اور سورہ جمعہ کی آیات میں بھی مذکور ہے جن میں حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عظیٰ اور آپ کے عہدہ ختم نبوت کے فرائض منصوبیٰ بیان کیے گئے ہیں جو کہ چار چیزوں پر مشتمل ہیں۔

۱۔ تلاوت آیات: اللہ کے فرائیں اور ارشادات کو لفظاً جوں کا توں پڑھ کر سنا دینا
۲۔ تعلیم کتاب: الفاظ کے معانی و مرادات کیوضاحت کرنا اور اللہ کی کتاب کا صحیح منشاء اور مطلوب سمجھانا تاکہ لوگ کتاب کی روح تک پہنچ سکیں۔

۳۔ تعلیم حکمت: امت کے سامنے اپنے اسوہ حسنہ کا عملی نمونہ اس انداز میں پیش کرنا کہ انسانی زندگی کے تمام ترویحت پذیر پہلوؤں کی حکمت عملی کھل کر سامنے آجائے، اور خداداد علم و حکمت کی میکنا لو جی بھی سمجھ میں آجائے۔

۴۔ تزکیہ نفس: امت کے افراد کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک و صاف کرنا اور ریاضتوں مجاہدوں اور عملی کوششوں سے مانجھ کر اور صیقل کر کے ذہنوں کو قبولیت حق کے لئے مستعد اور تیار کرنا تزکیہ نفس کہلاتا ہے اس کے لئے ذہن سازی اپنی جگہ سب سے اہم ہے کہ جس کے واسطے مکرات و رذائل سے اجتناب کرنا اور فضائل اخلاق کا اپنانا انتہائی لازم ہے۔

اگر بغوردی کیجا جائے تو معلوم ہو گا کہ بخشت نبوی کے مقاصد کا حصول جن سے امت مسلمہ کی بجا طور پر تعمیر و تکمیل ہوتی ہے، بیوں ان کے ہی چار فرائض منصبی پر محصر ہے، ان کے بغیر مکمل دینی معاشرہ

اور اسلامی زندگی کا صحیح ڈھانچہ تیار نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کرام اور ان کے جانشینوں کی زندگیاں عقائد و اعمال کے ساتھ اسلامی اخلاق و اطوار اور اعلیٰ ترین انسانی اقدار کا مخوب ترین عملی زندگی کا پرتو تھے کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل و امکل اور محبوب ترین عملی زندگی کا پرتو تھے کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کا مؤثر ترین نقشہ اپنے رو و مر مشاہدہ کر رہے تھے یہ ان کی پر کیف و سرد و مجاہس اور نبوی صحبتوں کا فیض عام تھا جن سے مستفیض ہونے کو وہ اپنے لئے فلاج دار یعنی خیال کرتے تھے، جس کا شہرہ یہ تھا کہ معاشرے کا ایک ایسا منظم مزاج تیار ہوا جس میں صرف قانون کی مکمل پاسداری ہی نہیں بلکہ دل و جان اور ایمان و ایقان سے اُس کا احترام بھی زندگی کا ایک اہم جز بن چکا تھا، پھر حدود کی پابندی اور حقوق و فرائض کی ادائیگی ہر ایک کی طبیعت ثانیہ بن کر مکارم اخلاق اور حسن اعمال کا مخوب تھی۔ (۲)

امت محمد ﷺ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں علا کو وہ مقام حاصل ہے جو بنی اسرائیل میں انہیا کو حاصل تھا اس لئے کہ خاتم النبیین کی ذات گرامی پر اگرچہ نبوت ختم ہو چکی ہے، لیکن نبیوں کا کام یعنی دعوت و ارشاد کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ قیامت تک علماء کے ہاتھوں جاری رہے گا، کیوں کہ اس امت میں علم انہیاء کے جانشین اور وارث ہیں، اس بنا پر عالم کو بڑا درجہ اور مقام حاصل ہے اور علم و حکمت کے منصب عالیٰ کی وجہ سے انہیں بہترین خصوصیات سے نواز گیا ہے۔ (۳)

خانہ کعبہ اس دنیا میں عرش الٰہی کا سایہ اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کا نقطہ قدم ہے، یہ وہ آئینہ ہے جس میں اس کی رحمت و غفاری کی صفتیں اپنائیں ڈال کر تمام کردہ ارض کو اپنی کرنوں سے منور کرتی ہیں، یہ وہ منبع ہے جہاں سے حق پرستی کا چشمہ بلا اور اس نے تمام دنیا کو سیراب کیا یہ روحانی علم و معرفت کا وہ مطلع ہے جس کی کرنوں نے زمین کے ذرہ ذرہ کو درختاں کیا یہ وہ جغرافیائی شیرازہ ہے، جس میں ملت کے وہ تمام افراد بندھے ہوئے ہیں، مختلف تمدنوں میں زندگی بس کرتے ہیں، گمراہ سب باوجود ان فطری اختلافات اور طبعی امتیازات کے ایک ہی کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہیں اور ایک ہی قبلہ کو اپنا مرکز سمجھتے ہیں اور ایک ہی مقام کو مرکز مان کو وظیت، قومیت تمدن و معاشرت رنگ و روب اور دوسرے تمام امتیازات کو منا کر ایک ہی وطن ایک ہی قومیت (آل ابراہیم) ایک ہی تمدن و معاشرت و ملت ابراہیمی اور ایک ہی زبان (عربی) میں متحده ہو جاتے ہیں۔

تذکیرہ، احسان، سلوک، حضور اور تصوف ایک ہی چیز ہے، تذکیرہ کا حاصل یہ ہے کہ نفس کو روح کے تابع اور خواہشاتِ نفس کو شریعت کے تابع کر دیا جائے۔

نفس انسانی ایک ہے لیکن اس کی حالتیں تین ہیں، اول درجہ میں امارہ ہوتا ہے پھر اس کو ریاضت کے بعد لواحہ بنایا جاتا ہے پھر مزید ریاضت کے بعد وہ مطمئن ہن جاتا ہے۔

ترذیک نفس کا طریق کار ”تقویٰ“ ہے، تقویٰ کے ذریعے نفس میں وہ احساس اور کیفیت پیدا کی جاتی ہے جس کی بنابرہ کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی رغبت اور مخالفت کرنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

خواہش نفس جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں ”اتباع ہوئی“ کہا گیا ہے، یہی وہ چیز ہے جس کے آگے آدمی پر ڈال کر بے بس ہو جاتا ہے، پس نفس پر کنشوں کرنے کی واحد صورت یہ ہے کہ دل میں آخرت کی فکر اور اللہ کے سامنے جوابد ہی کا استحضار پیدا کیا جائے۔

وَأَهَا مِنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهُوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى۔

اور وہ شخص جو اپنے پورو دگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کو اس کی خواہش اور ہوس سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

اسی کا نام ”ترذیک“ ہے جس کے ذریعے انہی اور اس کے جانشیوں نے معاشرے کی اصلاح فرمائی اور آج بھی معاشرے کی اصلاح کا یہی ایک مؤثر اور کامیاب ذریعہ ہے۔

یک چاغیت دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجا می گرمی، انجنے ساختہ اند (۵)

اس دعائے خلیل کی توضیح و تشریع سے پہلے ہمیں کعبۃ اللہ کے بارہ میں ان خصوصیات کو ملحوظ رکھنا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے اس گھر کو اپنی تجلیات جمال و جلال کا مرکز بنایا ہے ایت و رحمت کا مرکز بنایا، ہر طرح کی برکتیں اس میں دلیلت رکھیں، عالم کے لئے بقا و عافیت کا سامان بنایا، چنان چہ ان اوصاف اور کعبۃ اللہ کی خصوصیات کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے، ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ أَبْيَثَ الْحَرَامَ قِيمًا لِلنَّاسِ۔ (سورہ مائدہ)

اللہ نے کعبہ کو دنیا کے انسانوں کے واسطے بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔

دوسرے موقعہ پر فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضَعَ لِنَاسٍ لِلَّذِي بِبَكَةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَلَمِينَ فِيهِ

آیات بیت مقام ابراہیم و من دخلہ کان امناٹ۔

سب سے پہلا وہ گھر (خدا کا) جو لوگوں کے لئے قائم کیا گیا۔ (عبادت و بندگی

کے واسطے) بے شک وہ ہے جو مکہ کی سرز میں پر قائم ہوا اس کی شان کے ساتھ

وہ مبارک ہے، ہدایت ہے تمام جہانوں کے لئے اس میں کھلی نشانیاں ہیں

(جن میں) مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوا۔ اس کو امن نصیب ہوا۔

تو اس آیت میں مزید اوصاف و خصوصیات کعبۃ اللہ کے یہ معلوم ہوئے، برکت ہدایت دلائل

و بنیات مقام ابراہیم (جو نابت و رجوع الی اللہ و اتعلق مع اللہ کا مرکز ہے) اور امن و سکون

اگر ہم ان اوصاف و خصوصیات پر نظر ڈالیں تو ظاہر ہو گا کہ نظام عالم کو فلاح و سعادت اور اس

کا ہر برائی اور شر سے تحفظ ان ہی امور پر مبنی ہے، اور عالم کو ان امور کی تقسیم کا ذریعہ صرف یہی ہو سکتا تھا کہ

اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہو کر ان فیوض و برکات کو عالم میں پھیلائے جیسے کہ سورج کا کام ہی

یہ ہے کہ وہ طلوع ہو کر عالم کو ظلمت سے دور کر دے۔ اپنی شعاعوں سے دنیا کو روشن و منور کر دے، بلس یہی

واعیہ اور طبی تقاضا ابراہیم خلیل اللہ کو اس دعا پر آمادہ کرنے والا ہوا۔ اس لحاظ سے یہ خصوصیت بھی حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کی واضح ہو رہی ہے کہ درحقیقت آپ ہی کی تعلیمات عالم کے بنا کا

سامان برکتوں اور رحمتوں کا سرچشمہ ہدایت کا مرکز دلائل و بنیات کا خزانہ اور امن و سکون کا گہوارہ ہیں،

کیوں کہ ان چیزوں کا مرکز کعبۃ اللہ کو بنایا گیا تو اس مرکز سے ان خصائص و برکات کے تقسیم کندہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے تھے، اسی واسطے آپ نے اپنی اس صفت کا اظہار ان کلمات میں فرمایا: انسما انا

قاسم والله يعطي -

اور یہ تمام یا تین صرف اس مقصد و حید کی خاطر ہیں کہ انسان تزکیہ نفس کا عالی مقام حاصل

کر سکے۔ (۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں بھی سیرت سازی کا زرین اصول، تزکیہ نفس کا عالی مقام حاصل

تہذیب اخلاق کو فرار دیا گیا ہے، حضور ﷺ صاحبہ کرام کے دلوں کو عقائد بالطلہ کی آسودگیوں سے پاک

کر کے ایمان و ایقان کی نورانیت سے مزین فرماتے، انہیں اخلاق عالیہ سے آراستہ فرماتے آپ کا یہ

ارشاد کس قدر اہمیت کا حامل ہے:

بعثت لاتمم حسن الاخلاق۔

مجھے اس لئے مبouth کیا گیا ہے کہ تہذیب و تحسین اخلاق کی تکمیل کروں۔

اگر ہم حیات انسانی کا بغور جائزہ لیں، تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ قلب انسانی یہ وہ مرکز و مجموع ہے، جہاں جذبات و احساسات کا ایک طوفان موجود ہوتا ہے۔ اگر اپنی خواہشات کا انداختاً بن کر رہ جائے تو دل و سادوں شیطانی کی آماج گاہ بن جاتا ہے اور فرعون وغیرہ اور ہمان وقاروں حنم لیتے ہیں، لیکن اگر دل نعمت ایمان سے منور، ہدایت ربیٰ سے بہرہ و راو رحیب اللہ اور حب رسول کی پتش سے لذت آشنا ہو، تو پوری انسانی زندگی میں انقلاب آ جاتا ہے، الغرض سیرت سازی اور تعمیر شخصیت کا حصول، فضائل اخلاق سے آراستہ ہونا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

اکمل المؤمنین ایماناً احسنهم خلقاً۔

اہل ایمان میں سے ایمان کے اعتبار سے کامل لوگ وہ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اخلاقی نقطہ نظر سے لوگوں کی سیرت سازی کی بیہاں تک کہ آپ کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف قرآن پاک میں بھی اس طرح بیان ہوتی ہے کہ

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ (۷)

اے پیغمبر بے شک آپ کے اخلاق بہت عظیم ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھرپور افعال زندگی کی روشن مثال ہمارے سامنے پیش کی، اور ہمیں یہ روشن سبق دیا کہ عمدہ سیرت کی تکمیل صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ایمان کی حرارت سے سرشار ہو کر، حب رسول سے معمور ہو کر، فضائل اخلاق سے آراستہ ہو کر، تعلیم و تربیت سے بہرہ در ہو کر مشاہدہ کائنات اور مطالعہ کائنات سے خالق کائنات کی عظمت کے نقوش کو دل میں جا گزین کر کے، قومی اور عملی تقاضوں سے باخبر ہو کر، اسواہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے اور جذبہ خدمت خلق سے کام لے کر مومن کو ایک بھرپور افعال زندگی پر کرنی چاہئے یا دوسرے الفاظ میں تعمیر شخصیت اور سیرت میں

نکھار پیدا کرنے کا راز اس بات میں مضر ہے کہ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل وابستگی پیدا کی جائے، اللہ تعالیٰ اعلیٰ کی توفیق عطا فرمائے۔ (۸)

حضرت ابراہیم نے نبوت کے تین عظیم مقاصد کے ذکر کرنے کے بعد آخر میں اس مقصد کے لئے بڑی ہی نیاز مندی سے بارگاہ صدیت میں الجا کر الٰہی ایسا نبی تھیج جو انکو صرف تیری آسمیں ہی پڑھ کر سنائے ان آیات کا مفہوم سمجھائے ان میں پہاں اسرار و معارف سے بھی ان کو بہرہ ورکرے اور مزید کرم یہ فرمائے کہ اس رسول مکرم کی نگاہ میں ایسا اثر بخش کہ جس گندے دل پر پڑے اس کی ساری میں کچیل اور جملہ آسود گیوں سے اس کو پاک صاف کر دے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ نبی کے فیض کا کمال تو یہی ہے کہ اس کے غلام کے ایمان کی معراج بھی یہی ہے کہ اس کے دل کے صنم کدے میں شرک و کفر، فتن و فحور، ہوا و ہوس، ریا و نمود، حب زر و سُم اور طلب جاہ و منصب کے جتنے بت بجے ہوتے ہیں نبی کی ایک نگاہ فیض ان کو ریزہ ریزہ کر دے، وہی دل جو ایک لمحہ پہلے ایک کھاڑ خانہ بنتا ہوا تھا، نبی کی چشم کرم کے طفیل وہ انوار الٰہی سے جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے، تمام ماسوے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور وہ تبلیغیہ تبیلا کی شان کا وہ مظہر کامل بن جاتا ہے۔ (۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب کا نہ صرف ایک ایک لفظ پڑھ کر خود سنایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے رموز بھی بتائے، زندگی کا سلیمانیہ اور قریبہ بتایا اور اس کی حکمتون کا شعور بھی عطا کیا، شخصیت پرستی کی بجائے بندگی رب کی دعوت دی، فکر و اعتقاد کو توہمات کے بجائے حق کی بنیادوں پر استوار کیا، مظاہر فطرت کی پرستش کی بجائے تنبیہ کا دلول بخشن، نسلی اور طاغوتی حکومت کو مناکر اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کی اور انسانی زندگی کو ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد کی ظلمتوں سے نکال کر میزان عدل کے سامنے لاکھڑا کر دیا، اس طرح آرزوے ابراہیم کی تکمیل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو طبقہ انبیاء اور نوع انسانی کا سب سے بڑا انسان بنا کر پوری کائنات پر احسان عظیم فرمایا۔

یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان ممتاز اوصاف اور خصائص کے لحاظ سے من جانب اللہ، بشری تاریخ کے اس بلند مقام پر فائز ہیں کہ رہبر کی تلاش و جستجو میں نکلنے والے ہر انسان کی نظر سب سے پہلے آپ کی ذات گرامی پر کرتی ہے جو یاۓ حق کی نگاہیں آپ ﷺ کی قامتِ زیب اپر آ کر مرکوز ہوتی ہیں، آپ کے تیبہ رانہ کارناٹے عالم اور اہل عالم کو ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرتے رہیں گے، اور ساری دنیا کے ہادی و معلم کی حیثیت سے اگر کسی کی سیرت قابل

اتباع ہو سکتی ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حنسے ہے، جہاں تلاوت کتاب الٰہی بھی ہے، تعلیم حکمت بھی ہے، تزکیہ اخلاق بھی ہے روشنی علم بھی ہے اور گری عمل بھی ہے، روحانیت اور مادیت کا حسین امترانج بھی ہے اور دین و دنیا کی ہم آہنگی اور وحدت بھی۔ (۱۰)

ابراهیم خلیل اللہ کی دعا میں اس نبی آخر الزمان کے نمایاں اوصاف میں سے ایک پیغام حکمت و دانائی اور علم و دانش بھی ہے، آنحضرت ﷺ کو یا سلسلہ ابراہیمی کی دونوں شاخوں کے ورش نبوت و رسالت کے مستحق بھی ہیں۔ اور دعائے خلیلؑ کا شہر طبیہ بھی ہیں، بلکہ موسیٰ کلیم اللہ کی تورات میں جس عبد متولک اور عیسیٰ روح اللہ کی زبان مبارک سے جس احمد یا فارقلطیل کی بشارت ہوئی تھی۔ اس کا مصدق بھی آپ ﷺ ہیں، عربی زبان کے ایک شاعر کے الفاظ میں دعائے خلیل اور موسیٰ عیسیٰ کی بشارت پیغمبر ﷺ کی حکمت و دانش ہیں۔

ودعوة ابراهيم بشرى ابن مريم بثورة موسى عبدى التوكيل

خليل حق نے وادی غیر ذی زرع میں بیت اللہ الحرام کے سامنے جو دعا فرمائی تھی۔ اس کا ایک حصہ یہ بھی تھا۔ کہ اے میرے پروردگار اس وادی غیر ذی زرع میں بننے والوں میں سے ایک ایسا رسول بھی مبعوث فرمانا۔ جس کے نمایاں خصائص حکمت و دانش ہوں گے۔ خلیل اللہ نے یہ دعا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صد یوں پہلے مانگی تھی۔ جس کی قبولیت کی عملی شکل ساتویں صدی عیسوی کے نصف اول میں اس وقت نصیب ہوئی جب غار حرام سے اقراء کی روشن کرنیں حکمت و دانش کے انوار لے کر ظلم و تاریکی اور باطل کی قوتوں کو مٹانے اور حکمت و دانش کے ذریعے آدمی کا بول بالا کرنے کے لیے پھیلنا شروع ہوئی۔ تاریخ کے اس دھند لکھ میں حق و باطل کا تصادم اور ظلمت و روشنی کا مقابلہ ایک فیصلہ کن مرحلے میں نظر آتا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب روم و یونان کا فکر و فلسفہ تاریک جگروں میں قید ہو چکا تھا۔ فارس کے دانش کدے میخانوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ ہندکی و راثت علمی برہمن کی زنار کی نذر ہو چکی تھی۔ جہاں علم کی آواز سننے والے شور کو سیسہ پلاکر بھیشہ بھیش کے لئے قوتی ساعت سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اس فیصلہ کن مرحلہ میں پیغام حق کی وہ کرنیں ییدا اشیٰ اور منصی فریضہ بھی قرار دے دیا تھا۔ (۱۱) صرف عام کر دیا تھا۔ بلکہ اسے ہر مرد و عورت کا حق ہی نہیں ییدا اشیٰ اور منصی فریضہ بھی قرار دے دیا تھا۔ قرآن کریم کی رو سے علم و معرفت ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ ایک ایسی

السیرة ﴿۱﴾ رَبِيعُ الْأَوَّلِ ۱۴۲۵ھ

٣٨٨

مقالات سیرت۔ ایک تاریخی جائزہ

کائنات ہے۔ جس کے گوشے لامدد و لامتناہی ہیں، علم بلا شبه عظمت انسانی اور بلندی درجات کا وسیله ہے، لیکن سمجھنے اور یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ علم کی دنیا میں خود کو عالم سمجھنا دراصل جہالت کی دنیا میں واپس آنے کے لئے زقد لگانے کے متادف ہے کیوں کہ جس مرتبے اور جس درجے میں بھی کوئی اہل علم ہو گا۔ اس سے کوئی نہ کوئی ہستی برتر ضرور ہو گی۔ اور درجات کی یہ برتری اور تفویق بالآخر علام الغیوب تک پہنچتی ہے۔ اس کے علم لامتناہی اور بے حد و بے حساب بلکہ انسانی تصور سے بھی بالآخر علم کے بارے میں کچھ کہنا، اور اندازہ لگانا کسی کے بس میں نہیں ہے، اس لیے اسلاف اسلام کے نزدیک علم و معرفت کی دنیا میں عجز اور اک اعتراف تو ہے مگر علم کا کبر و غرور حرام ہے۔ ارشادِ بانی:

بَرْ قَعُدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔

(سورہ الجاذۃ، آیت ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے جو اہل ایمان میں اور وہ جنہیں علم دیا گیا ہے، ان کے درجات بلند فرماتا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ۔

(سورہ یوسف، آیت ۷۶)

ہم علم کے طفیل جس کے درجات چاہیں بلند کرتے ہیں اور ہر صاحب علم سے برتر کوئی نہ کوئی صاحب علم ہستی ہوا کرتی ہے۔

علم اور ایمان کا بہت گہرا تعلق ہے۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لزوم کا درجہ رکھتے ہیں۔ جو دل ایمان سے آباد ہے۔ علم و معرفت اس میں لازماً جگہ پائیں گے۔ اس لئے ایمان اللہ کی ذات کا اعتراف اور اس کی رو بیت پر یقین کا نام ہے۔ اور یہ اعتراف و یقین علم ہی کی ایک صورت ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے۔ کہ ہر علم ایمان کو ستلزم نہیں صرف علم صحیح اور علم نافع ایمان سے واسیگی رکھتا ہے۔ اس لئے ان اہل علم کی بات ہمیشہ محترم اور انسانیت کے فائدے کے لئے ہوتی ہے۔ جو ایمان کی دولت سے بھی مشرف ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم اپنا تعلق اہل علم کے سینوں سے ثابت کرتا ہے۔

بَلْ هُوَ آیَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ۔

السیرۃ (۱۱) ریئی فلز ۱۴۲۵ھ ۳۸۹

مقالات سیرت۔ ایک تعارفی جائزہ

یہ قرآن کریم تو وہ واضح نہیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں ہیں۔

اور دوسرا جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَيْسُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ۔ (۱۲)

کہ وہ لوگ جو اہل ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ اہل علم ہیں، یہ صحیح بتائیں گے
کہ تم اللہ کے حساب و کتاب کے مطابق روز ازل سے یہاں ہو۔

پیغمبر ﷺ حکمت و دانش کی تعلیم یہ ہے کہ علم انسان کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ ہوا۔ پانی اور خوارک، جس طرح زندہ رہنے کے لئے انسان ان چیزوں کا لحاظ ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی میں علم کی روشنی بھی ضروری ہے۔ چوں کہ علم انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس لئے اُسے انسان کا شخص حق تقریبیں دیا جاسکتا۔ کیوں کہ حق سے کبھی کبھی انسان دستبردار بھی ہو سکتا ہے۔ اور ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن فرض سے کوئی انسان نہ دستبردار ہو سکتا ہے، اور نہ ہی بری الذمہ ہو سکتا ہے، اس لئے پیغمبر حکمت و دانش کے پیغام حق میں علم کو انسان کا فریضہ فرمادیا گیا ہے۔ طلب العلم فریضہ علیٰ کل مسلم کہ علم کی طلب اور تلاش ہر مسلمان مرد اور عورت کا فریضہ ہے۔ (۱۳)

سرچشمہ علم و عرفان اور شرہ دعائے ابراہیم سے فیض یا ب ہونے والے روشن ستاروں میں سے ایک حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حافظ ابن عبد البر کی زبانی علم اور اہل علم کی شان میں نقل کیا ہے، اور اسی پر ہم یہ گفتگو ختم کریں گے۔

تعلم العلم فان تعلمته لله خشية وطلبه، عبادة و مذاكرته تسبيح
والبحث عنه جهاد و تعليمه لمن لا يعلمه صدقة و بدله لأهله
تربيه لانه معالم الحلال والحرام و منار سبل اهل الجنة، وهو
الأنيس في الوحشة والصاحب في الغربة والمحدث في الخلوة
والدليل على السراء والضراء والسلاح على الأعداء والزين
عند الاخلاء، يرفع الله به اقواماً فيجعلهم في الخير قادة وائمة،
تفقص آثارهم ويقتدى بفعالهم وينتهي الى رأيهم ترغيب
الملائكة في تحليتهم وبا جنحتها تمسحهم ويستغفر لهم كل

رطب و یابس و حیتان البحرو هوامہ و سباع البروأ نعامہ لأن
العلم حیاة القلوب من الجهل و مصابيح الأبصر من الظلم، يبلغ
العبد بالعلم منازل الأخیار والدرجات العلی فی الدنیا والآخرة،
الشکر فیه يعدل الصیام و مدرسته تعدل القيام، به توصل الأرحام
وبه یعرف الحلال من الحرام وهو امام العمل و العمل تابعه،
یلهم السعداء ویحرمه الاشقياء۔

علم یکھو کیونکہ اس کا سیکھنا خیثت الٰہی کا باعث ہے، اور اس کی طلب عبادت
ہے، مذکورہ علم و تسبیح کا درجہ رکھتا ہے، اس کی جتو جہاد ہے، بے علم کو علم سکھانا
صدقہ ہے، جو اس کے اہل ہوں ان کے لئے اسے فراواں کر دینا باعث تقرب
و ثواب ہے، کیوں کہ یہ علم ہی ہے جو حلال و حرام کے لئے سنگ میل ہے اور اہل
جنت کی راہ ہوں کے لئے روشن مینار ہے۔ علم و ثبت میں وسیلہ انس ہے، بے
وطنی میں ساختی ہے، خلوت میں ہم کلام ہونے والا ہے، فرانگی اور انگلی کے لئے
رہنمائی کا کام دیتا ہے، دشمن کے خلاف اسلحہ ہے اور دوستوں کے لئے باعث
زینت ہے۔ اسی علم کے طفیل اللہ تعالیٰ اقوام کو بلند کرتا ہے، انہیں بھلائی میں
قادرو امام بنادیتا ہے۔ پھر لوگ ان کے نقش پا کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے
اعمال کی تقیید کرتے ہیں، اب کی رائے پر بات ختم ہوتی ہے، ملاجکہ کو ان کی
دوستی کی خواہش ہوتی ہے، وہ انہیں اپنے پیروں سے چھکی دیتے اور صاف
کرتے ہیں، ہر رطب و یابس ان کے لئے دعا کرتا ہے، سمندر کی مچھلیاں اور
پرندے، خنکی کے درندے اور جانور بھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں، کیوں کہ
علم دلوں کو جہالت سے آزاد کر زندگی دیتا ہے، اور تاریکیوں کے مقابلے
میں زگا ہوں کے لئے چراغ کا کام دیتا ہے، علم کے طفیل انسان اخیار کے مراتب
پاتا ہے اور دنیا و آخرت کے مدارج اسی سے ہیں، علم کے میدان میں تکروہ مذہب
روزے کے برابر ہے، اور اس کا پڑھنا پڑھانا قیام نماز کے مساوی ہے، اسی علم

کے طفیل صدر جی ہوتی ہے، اسی کے ذریعے حلال و حرام میں امتیاز ہوتا ہے، یہی علم عمل کا امام ہے، اور عمل اسی کے تابع ہے، سعادت مندوں کے دلوں میں علم کا القا ہوتا ہے، اور بد بخت اس سے محروم ہوتے ہیں۔ (۱۲)

کسی بھی صاحب ایمان کے لئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں کہ اسے غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شاخوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کیا جائے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان کے شاخوانوں کے وسیع علم و دانش کا پورا احساس ہے، میں شاعر نہیں ہوں کہ گرمی شعر سے آپ کے قلب میں سوز و گزار پیدا کر سکوں، میں ادیب بھی نہیں ہوں کہ اپنے قلم سے وہ جواہر پارے تخلیق کر سکوں جو سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنویر سے ضایاء پاش ہوں، میں عالم بھی نہیں ہوں کہ آپ کے علم و ادراک میں اضافے کا ذریعہ بن سکوں، میرے پاس الفاظ کی وہ جادو گری بھی نہیں ہے۔ جو قطرے کو پھیلا کر سمندر بنادے اور اشک رواں کو گورہ تابدار کر دے۔

مجھے اگر ناز ہے تو اس پر کہ میں اس انسان کا میں ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ جسے دیکھ کر صنم کدوں میں بت سجدہ ریز ہو جائیں اور ”اللہ احده“ پکاراٹھیں۔ جس کے دست مبارک میں آکر سکر ریزوں کو زبان مل جائے۔ جس کے ایک اشارے پر سورج پلٹ آئے اور چاند دو و نیم ہو جائے۔ جس کی بوری نشانی سے قیصر و کسریٰ ہبیت زدہ رہتے ہوں۔ جس کے ابر رحمت سے سوکھی کھیتیاں لہبھاٹھیں۔ جو گداے بنے فوا کو نوازے تو شہنشاہ بنادے۔

جس کی میجاہی نوع انسانی کے لئے رشد و ہدایت کا آب حیات ثابت ہو اور جس کا نام لینے والوں کا یہ حال ہو کہ جس طرف نکل جائیں، جس سر زمین پر قدم رکھیں، اسے توحید و رسالت کے نور سے منور کر دیں۔

یہ اسی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے انقلاب کا اعجاز ہے کہ دنیا کے جس ملک، کرہ ارضی کے جس خطے اور زمین کے جس گوشے تک یہ پیغام الہی پہنچا، وہاں کے باشندوں کے خیالات بدلتے، افکار بدلتے، رہن سہن کے طریقے بدلتے اور اس تبدیلی کے نتیجے میں دہان معاشری، معاشرتی اور اخلاقی زندگی کے لئے معیار قائم ہوتے۔ تہذیب و ثقاافت میں تکھار آیا اور ایک ایسا تمدن پیدا ہوا جس کی بنیاد توحید و رسالت اخوت و مساوات، عدل و احسان اور حلق و صداقت کی ابتدی اقدار پر ہے اور جس کا حور و آخذ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (۱۵)

دعاۓ ابراہیم کا موقع و محل اور اس کا ظرف و احوال بتارہا ہے کہ یہ دعا بڑی معنویت کی حامل ہے چنانچہ صرف یہ کہ الفاظ دعا کے میں السطور دائی کے جذبات و احساسات کا حلاظم موجود ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بصیرت ابراہیم کے آئینہ میں مستقبل کا نقش واضح تھا۔ گویا انہیں معلوم تھا کہ ان کی دعا کا حقیقی مصدقہ کون ہے۔ اور وہ جانتے تھے کہ صد یوں بعد آنے والا ”رسول الناس“، ان کے عالمگیر مشن کی تجھیل کرے گا۔ اور بیت اللہ کی سادہ سی عمارت اس کے ہاتھوں انوار و تجلیات سے آرستہ ہو کر واقع نشرگاہ توحید اور قبلہ گاہ عالم بنے گی، اور ایسی اپدی عالمگردی و عوت اسلامی کا مرکز حقیقی قرار پائے گی جس کی رو سے رمگ، نسل، وطن، قومیت، مادیت و منفعت کا ہر ایسا حرث غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ اور یہی بنی اہلہ سے گی، ایک عالمی مثالی معاشرہ کی تشكیل اور انسانیت کے ایک نقطہ نکلہ پر جمع ہونے کی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ دعاۓ ابراہیم کا مصدقہ و مطلوب، نسل ابراہیم و اسما علی کا فخر، انہیا ورکل سابق کی دعاؤں اور تمناؤں کا مرکز، تصدیقہ نبوت و رسالت کا مقطع، انسانیت کا آخری نجات و ہندہ اور ہدایت کا ماہ تمام کوہ فاراں سے طلوغ ہوا۔ اور حضرت ابراہیم کی توقعات، آرزوؤں، تمناؤں اور دعاؤں کے مطابق ڈھانی ہزار سال کے بعد آ کر وہ اس مشن کی تجھیل کا موجب بنا جو دعاۓ ابراہیم کا منتہی تھا۔

مختصر یہ کہ ابوالانبیاء اور خاتم الانبیاء دونوں مقدس ہمیتوں کے شائل و خصائیں کے مابین ایسا توافق و توازن پایا جاتا ہے کہ وہ گویا ایک ہی آئینہ کے دو عکس، ایک ہی تصویر کے دورخ اور ایک ہی خواب کی دو تعبیریں ہیں، شاید اسی لئے قرآن کا پیرا یہ بیان اور حدیث کا انداز تکمیل حضرت ابراہیم کے معاملہ میں ایسا بے تکلفانہ اور سادہ و مخصوص ہے کہ پورے دین کی نسبت اور مرکزیت اُن (حضرت ابراہیم) کی ذات سے ہی وابستہ معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ جو امور و اوصاف خاصہ رحمۃ الالعالیین ہیں، انہیں بہت کچھ اشتراک خلیل الرحمن کا بھی نظر آتا ہے۔ (۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے آرستہ یہ انسان جو صحابہ کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں یہ نہ صرف شریعت مطہرہ سے واقف تھے اس پر خود بھی عامل تھے اور یہ عالم الٰہی کو اطراف و اکناف تک پہنچانے والے پہلے مبلغ بھی تھے۔ اور انہیں کے بارے میں قرآن حکیم میں آیا ہے۔

بِأَيْمَانِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَقُوا اللَّهُ وَكُوْنُوا مَعَ الصَّادِقِينَ -

اے ایمان والوالہ اللہ سے ڈر اور صادقین کے ساتھ رہو۔

دوسرا جگہ صادقین کی تعریف اور اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمَقْوُنُونَ ۝

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بچ کر دکھایا، یہی وہ لوگ ہیں جو متqi ہیں جن کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت بسر ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی منع کردہ باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ کے عمل سے یہ صحابہ پارس بن گئے آنے والے دور میں جس جس نے ان کی زندگی اور تعلیم سے استفادہ کیا وہ بھی تقویٰ و طہارت کی طرح کو پہنچا اور صالحین کی اس جماعت میں شریک ہو گیا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام صفات کی امین ہے جس کی دعا حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے کی تھی اور جس دعا کے اثرات قیامت تک جاری و ساری رہیں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی صالحین امت کے ذریعہ قرآن و سنت کی تعلیم دیتے رہیں گے لوگوں کو احکام اللہ اور اخلاق و حکمت سے روشناس کرتے رہیں گے اور ان کو ہر قسم کی برائیوں سے پاک و صاف کر کے گھمارتے رہیں گے۔

تمام سلسلہ انبیاء میں دو ہستیاں ایسی ہیں جن کا لقب ہے، اللہ کا دوست۔ اس میں بڑی بلندی ہے کیوں کہ جتنے القاب ہیں ان میں خود الفاظ سے عبد و معبود کا فرق نہیاں ہے صفائی اللہ اللہ کا چتا ہوا یعنی اللہ چھنے والا ہے اور حضرت آدم کی بلندی یہ ہے کہ یہ پنچے ہوئے ہیں تھی اللہ اللہ نجات دینے والا ہے اور یہ نجات یافتہ ہیں کلمیں اللہ یعنی وہ مرکز کلام ہے اور ان کا شرف یہ ہے کہ یہ اس سے ہم کلام ہوتے ہیں روح اللہ یعنی اللہ سے نسبت رکھنی والی ایک روح۔

مگر خلیل اللہ حضرت ابراہیم کا لقب اور حبیب اللہ ہمارے رسول کا لقب خلیل اور حبیب دونوں کے معنی اللہ کا دوست وہ جو خالق و مخلوق اور عبد و معبود کا فرق ہے وہ مجھے نہ معلوم ہے مگر لفظوں کا جہاں تک تقاضا ہے تو دوست یہ برابر کا رشتہ ہے۔ یعنی یہ دوست اور وہ اس کا دوست یہ طرفین سے رشتہ ہوتا ہے اب اس سے بڑھ کر بلندی کیا ہو گی کہ خالق تمام تعبیر میں برابر کی سطح دیدے حضرت ابراہیم کا لقب ہو خلیل اللہ اس لقب میں بڑی رفت و بلندی ہے۔ بہر حال سنت مشترک ہے ہر نبی یقیناً اللہ کا دوست ہے جب اللہ

سے محبت کرتا ہے تو دوست ہی ہے لیکن وہی بات کہ سنت ہونا اور بات ہے اور لقب ہو جانا اور بات ہے۔ اب ہمارے رسول کا لقب ہے حبیب اللہ اس کے معنی میں اللہ کے دوست تو لفظ کے اعتبار سے درجہ اونچا تو نہیں ہوا خلیل اللہ کے معنی بھی اللہ کے دوست اور حبیب اللہ کے معنی بھی اللہ کے دوست تو لفظ بدلتا گیا بات تو وہی رہی۔

مگر حقیقت میں یہ بات اردو زبان کی کوتاہی کے سبب سے ہے ہم خلیل کا ترجمہ بھی دوست کرتے ہیں اور حبیب کا ترجمہ بھی دوست کرتے ہیں لیکن عربی زبان کے لحاظ سے خلیل اور حبیب کے معنی میں فرق ہے خلیل کے معنی میں مضر ہے طالب ہونا اور حبیب کے معنی میں مضر ہے مطلوب ہونا دونوں دوست ہیں مگر خلیل وہ دوست ہے جو دوسرے کو چاہتا ہو اور حبیب وہ دوست ہے جسے دوسرا چاہتا ہو یا یوں کہنے کہ خلیل اللہ کے معنی ہیں محبت خدا اور حبیب اللہ کے معنی ہیں محبوب خدا۔
اب تصور فرمائیں کہ زمینِ محبت کس آسمان پر پہنچ گئی۔ (۱۸)

حرف آخر

مولانا محمد حنفی ندویؒ کے الفاظ میں: انبیاء اور عام مصلحین میں کیا میں امتیاز ہے؟ وہ یہ کہ عام مصلحین صرف کہتے ہیں، تعلیم دیتے ہیں، لیکن انبیاء تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ قلوب کو جلا بھی دیتے ہیں، جیسے دماغوں کو معارف و حکم سے منور کرتے ہیں ویسے دلوں کی تاریک دنیا کو بھی اجائے بخشتے ہیں، ان کی نگاہیں علم و معرفت کی سطح پر ہی مرکوز ہو کر نہیں رہ جاتیں بلکہ وجدان و علم و نیت کی گہرائیوں تک نفوذ کر جاتی ہیں، وہ دنیا میں قول و عمل کا ایک بہترین امتزاج ہوتے ہیں، یعنی جو اعم الہم کے ساتھ مکارم اخلاق کا اجتماع صرف ان کے ساتھ ہی مخصوص ہوتا ہے، دعاۓ ابراہیمی کے نتیجے میں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیا وہ کامل تھا، جہاں اس نے اللہ کی آیات کی تفصیل و توضیح کی، وہ اتنی تکریہ و تطمیئن سے بھی کام لیا، جہاں دماغوں کو روشنی بخشی وہاں دلوں کی دنیا کو بھی جلووں سے مخمور کر دیا، یوں وہ نوع انسانی کا سب سے بڑا حسن قرار پایا کہ اس نے بلد حرام کو حرمت بخشی، بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر کے، شوکت کا گھر بنایا، اس نے کائنات کے ہر انسان کو اس کے آستانہ جلال پر جھکا دیا، جس طرح کعبہ معابدارض کا مرکز ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کا آخری نقطہ عقیدت و محبت ہیں۔

یہ دعاۓ ابراہیمی کی قبولیت کا فیض ہے کہ حضور نبیؐ گریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا،

السیرۃ ﷺ نیج اول ۱۳۲۵ھ مقالات سیرت۔ ایک تعارفی جائزہ

۳۹۵

۱۳۲۵

آپ ﷺ مرسل شہرے، یوں طول و تجمل کے نظری کی کلیتاً نفی ہو گئی، الوجہت اور نبوت دوالگ الگ منصب ہو گئے، ایک سمجھنے والا، ایک وہ جسے بھیجا گیا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ایک عظیم الشان انسان کو انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا، اسے اپنی ہم کلامی سے مشرف فرمایا، اسے آسمانی نعمتوں سے نوازنا، اسے اس پر مامور فرمایا کہ وہ صرف بحث و مناظرہ اور تلقین و تقریر سے کام نہیں لے گا بلکہ قلمی تطمیہ اور روحانی تزکیہ بھی کرے گا۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو کہ سامنے آگئی کہ جو شخصیت خود مذکور، معلم اور مزکی ہے، اُس کے لفظوں کی تاثیر اس کی تعلیم کی تضمیم اس کی تربیت کے حسن اور اس کی اپنی ذات کی عصمت و پاکیزگی، ہر شک و شب سے بالاتر ہے، مخصوص گر کے بارے میں یہ سوچنا کہ وہ خود مخصوص ہے یا نہیں، ایک خوفناک تلاعب ہے۔

وہ ایک ای کہ ہر داش کو چکاتا ہوا آیا
 وہ ایک دامان پختش پھول بر ساتا ہوا آیا
 وہ ایک نغمہ کہ انسانوں کو چونکاتا ہوا آیا
 وہ ایک جذبہ کہ ارمانوں کو دھڑکاتا ہوا آیا
 مشیت حسن کی سکھیں فرماتی ہوئی ابھری
 تصور آخری تصویر بن جاتا ہوا آیا
 (مرتب)

حوالہ جات

بین الاقوی می سیرت کا نفرنس

- ۱۔ سیرت طیبہ امن عالم کی اساس / سید الدین شیر کوئی / ص ۲۰، ۲۱
- ۲۔ ایضاً / ص ۲۵، ۲۶
- ۳۔ کلیدی خطاب / جسٹس (ر) سردار محمد اقبال / ج دوم، ج ۲۱، ۲۲
- ۴۔ ایضاً / ص ۲۷، ۲۸
- ۵۔ سیرت مبارکہ کے عملی پہلو / پروفسر محمد عبدالجبار شیخ / ص ۱۶۱، ۱۶۲
- ۶۔ ایضاً / ص ۲۷، ۲۸

دسویں قومی سیرت کا نظر نہیں:

- ۱۔ سیرت طیبہ، سرچشمہ علم و حکمت / پروفیسر محمد عبدالجبار شخ / ص ۹
- ۲۔ اینٹا / ص ۱۶ - ۱۷
- ۳۔ اینٹا / ص ۲۲
- ۴۔ دعائے خلیل / پروفیسر ڈاکٹر مجتبی رضوی / ص ۲۹ - ۳۰
- ۵۔ ترکیہ نفس / قاضی چون پیر اہلبی / ص ۳۷
- ۶۔ دعائے ابراہیم ظیل اللہ / مولانا محمد مالک کاندھلوی / ص ۷۶ ، ۷۷
- ۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سیرت ساز / ڈاکٹر حافظ عبد الغفور / ص ۱۰۷ - ۱۰۸
- ۸۔ اینٹا / ص ۱۱۲
- ۹۔ دعائے ابراہیم / جشن پیر محمد کرم شاہ / ۱۲۳ - ۱۲۴
- ۱۰۔ بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد دعائے ابراہیم کی روشنی میں / عیم محمد سعید / ص ۱۳۶ ، ۱۳۷
- ۱۱۔ پنجبر حکمت و داش / ڈاکٹر ظہور احمد اظہر / ص ۱۶۲ - ۱۶۳
- ۱۲۔ اینٹا / ص ۱۶۸ - ۱۶۹
- ۱۳۔ اینٹا / ص ۱۷۵ - ۱۷۶
- ۱۴۔ اینٹا / ص ۱۸۱ ، ۱۸۵
- ۱۵۔ خطبہ افتتاحیہ / جزل محمد ضیاء الحق / ج ۲، ج ۹ - ۱۰
- ۱۶۔ دعائے ابراہیم کی روشنی میں سیرت نبوی ﷺ کا تجزیہ / ڈاکٹر شارح / ص ۲۶ ، ۲۸
- ۱۷۔ دعائے خلیل کا شمر / پروفیسر صلاح الدین قاضی / ص ۱۸۲ - ۱۸۳
- ۱۸۔ حضرت ابراہیم کی دعا کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ / ص ۱۹۵ - ۱۹۶



استدعا

السیرہ کی کاپیاں پر لیں میں جاہی تھیں کہ والدہ مختارہ (اہلیہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کا سانحہ ارتھاں پیش آگیا۔ قارئین سے ان کی مغفرت و بلندی درجات کے لئے دعاوں کی استدعا ہے۔

مدیر